Open Access
Al-Idrak
Research Journal
ISSN (Online): 2789-3227
ISSN (Print): 2789-3235
www.alidrakresearchiournal.com

قرض اور بیع سے متعلقہ کرنسی کے مسائل اور شرعی احکام: فقہاء کی آراء کا تجزیاتی مطالعہ

A comprehensive study of the currency-related issues and Shariah rulings concerning loans and sales involves analysing the perspectives of jurists (fuqaha)

☆ **Hafiz Muhammad Usman**
PhD Scholar Islamic Studies ،Department of Islamic Studies and Arabic, Gomal University DIKhan, KPK, Pakistan.

☆☆ **Aqsa Hussain**
M.Phil. Islamic Studies, SZIC, University of the Punjab, Lahore, Pakistan.

☆☆☆ **Ainaa Rasheed**
M.Phil. Islamic Studies, SZIC, University of the Punjab, Lahore, Pakistan.

Citation:
Usman, Hafiz Muhammad, Aqsa Hussain and Ainaa Rasheed" A Study of Currency Issues and Shari'a Rules Related to Loan and Sales."Al-Idrāk Research Journal, 3, no.2, Jul-Dec (2023): 279– 301.

ABSTRACT

There is no doubt that Islam is a universal constitution; it is a religion that corresponds to the circumstances and requirements of all times, and the phrase includes the commandments of the sphere of life. There are instructions in Islam regarding the sphere of life. In human society, the status of "money" for mutual transactions is like that of a backbone; instead, it is the backbone of mutual affairs. This paper is about Zakat and trade issues regarding Currency. Zakat is payable on strong debts, i.e. money that is owed to you that you are confident will be paid. This may include personal loans to friends and family. This does not include outstanding wages, dowry, inheritance or assets held in trust (other than assets held under a Bare Trust). Trading is not haram, provided that there is 1) no interest element, 2) trades are conducted "hand to hand", and 3) the stocks, commodities, or currencies purchased do not offend against the tenets of Islam. With the emergence of modern forms of currency, new problems are arising in terms of currency. The important need of the present age is to bring forward the opinions of contemporary jurists regarding these problems and their interpretation in the light of the Qur'an, Sunnah and Islam.

Keywords: Currency, Issues, Shari'a, Rules, Loan, Sales

تعارف

قرض اور بیع کے شرعی احکام اور کرنسی کے مسائل موضوعات میں گہرا تعلق ہوتا ہے جو معاشرتی، مالی، اور اخلاقی امور پر اثر ڈالتا ہے۔ اس موضوع کا مطالعہ اسلامی معاشرتی نظام کے تعلق سے اہمیت رکھتا ہے۔ قرض اور بیع کی بنیادی اصولوں کی سمجھ، ان کے شرعی احکام، اور ان کے مختلف پہلوؤں کا مطالعہ، ایک شخص کو مالی معاملات میں شرکت کرتے وقت صحیح رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اس زمرے میں، موضوعات جیسے ربا، مالیاتی اصول، اور بینکاری کے شرعی احکام اہم ہیں۔ ربا کی حرمت، اسلامی مالیات کے اصول، اور اسلامی بینکاری کے مقاصد کی تفصیلی تجزیہ کرنا اہم ہے۔ ایسے مطالعات میں مالی معاملات کی مختلف صورتوں پر غور کیا جاتا ہے، جیسے مثال کے طور پر معاشیاتی فعالیت، سرمایہ کاری، اور مالیاتی تعاملات۔ ان موضوعات کی روشنی میں قرض اور بیع کے اصول کا استعمال کیا جاتا ہے تاکہ مالی معاملات اخلاقی اور شرعی حدود میں رہیں۔ اس موضوع کا مطالعہ معاشرتی اور مالی امور میں علمی اور شرعی بنیادیں فراہم کرتا ہے، اور افراد کو مالی معاملات میں صحیح فیصلے کرنے میں مدد فراہم کرتا ہے۔

قرض کا مفہوم

لفظِ قرض عربی لغت اور محاورات میں متعدد مفاہیم میں استعمال ہوتا ہے، عربی نصوص میں بھی یہ اصطلاح مختلف معانی میں مستعمل ہے۔ نصوصِ شرعیہ اور مباحثِ لغویہ کے تتبع اور استقراء سے قرض کے درج ذیل معانی معلوم ہوتے ہیں:

"سفر کرنا، مال مضاربت پر دینا، انتقال ہو جانا، اشعار کہنا، غیبت کرنا، ادھار دینا، چوری کرنا، بچا ہوا کپڑا وغیرہ۔"[1]

قرض کا مفہوم فقہاء کی نظر میں

دستور یہ ہے کہ جدید عمل کی ترویج کی جاتی ہے اور قدیم و معروف عمل کی تحدید کی جاتی ہے۔ قرض کا عمل زمانہ قدیم سے انسانی بازار اور معاملات کا حصہ رہا ہے، لہٰذا آئمہ فقہ نے فقہی مباحث میں قرض کی تشریح نہیں کی ہے،

---

[1] فصیح بٹ، ڈاکٹر مفتی محمد وسیع، **قرض کے جدید زرعی مسائل اور اسلامی بینکاری** (کراچی: ادارۃ المعارف، 2016ء)، 37۔
Butt, Faṣīḥ, and Dr. Muftī Muḥammad Wasī, *Qarz ke Jadīd Zarī Masāil aur Islāmi Bankāri(* Karāchi: Idara al-Ma'arif, 2016), p. 37.

بلکہ اس کے دائرہ کار کو الفاظ کا جامہ پہنایا ہے۔ حنفیہ کے یہاں قرض کا دائرہ نسبتاً محدود ہے، وہ محلِ قرض میں دیگر عمومی شرائط کے ساتھ اس کے مثلی ہونے کی بھی شرط لگاتے ہیں، یعنی فقہ حنفی کی رو سے قرض صرف ان چیزوں کا لیا جاسکتا جس کے سارے افراد یکساں ہوں اور اس کا بدل قابلِ لحاظ فرق کے بغیر ادا کیا جاسکتا ہو۔ اس زائد شرط کا لحاظ کرتے ہوئے حنفی فقہاء قرض کی تعریف کرتے ہیں: علامہ عبد الرحمٰن بن شیخؒ قرض کی تعریف یوں بناتے ہیں:

هو عقد مخصوص يرد على دفع مال مثلی لرد مثله

"قرض مخصوص عقد ہے جس میں مالیت کی حامل کوئی مثلی چیز دی جاتی ہے اور اس چیز کی مثل واپس کرنی ہوتی ہے۔"[1]

شوافع کے یہاں قرض کے اندر سب سے زیادہ وسعت ہے، ہر وہ چیز جس کی خرید و فروخت ہو سکتی ہو اس کا قرض کے طور پر لینا و دینا بھی جائز ہے۔ اسی وجہ سے فقہاءِ شوافع نہایت عمومی الفاظ میں قرض کی تعریف کرتے ہیں۔ علامہ شمس الدین محمد بن العباسؒ یوں تعریف کرتے ہیں:

تمليک الشیء على ان يرد بدله

"قرض کسی کو کسی چیز کا اس شرط پر مالک بنانے کا نام ہے کہ وہ اس کا بدل بعد میں لوٹائے گا۔"[2]

مالکی علماء بھی اسی وسعت کے قائل ہیں تاہم وہ ایک شرط کا اضافہ کرتے ہیں کہ معاملہ قرض کسی ایسی مدت کا پابند ہو جس سے پہلے قرض دہندہ کو قرض کے مطالبے کا حق نہیں ہو۔ علامہ ابنِ عرفہ دسوقیؒ کے الفاظ ہیں:

دفع متمول فى عوض غير مخالف له لا عاجلاً تفضلاً فقط لا يوجب امكان عارية لا تحل متعلقاً بذمة۔

---

[1] عبد الرحمٰن بن محمد، **مجمع الانهر ، كتاب البيوع، باب المرابحة والتولية، فصل بيان البيع قبل قبض المبيع** (بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۸ء)، ۳: ۱۱۸۔

Abdul Raḥmān bin Muḥammad, *Majma' al-Anḥar, Kitāb al-Bayū', Bāb al-Murabahah wa al-Tawliyah, Faṣl Bayān al-Buy' Qabl Qabd al-Mabī'*, (Beīrūt: Dār al-Kutub al-Ilmiyyah, 1998), vol. 3, p. 118.

[2] ابنِ شہاب الدین، محمد بن ابی العباس، **نهاية المحتاج الى شرح المنهاج** (بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۳)، ۲: ۲۱۹۔

Ibn-e-Shahāb al-Din, Muhammad ibn Abi al-Abbas, *Nihāyat al-Muhtāj ila Sharh al-Minhaj*(Beirut: Dar al-Kutub al-Ilmiyyah, 1993), vol. 2, p. 219.

"قرض کسی قدر والی شے کو بطورِ احسان اسی سے ملتے جلتے عوض کے بدلے ایک مقررہ مدت تک اس طرح دینا ہے جو ناجائز عاریت کا باعث نہ ہو اور وہ عوض ذمہ میں لازم ہو جائے۔[1]

فقہ حنبلی میں بھی قرض کا یہی مفہوم ہے، تاہم وہ یہ اضافہ کرتے ہیں کہ اس معاملہ سے نفع صرف مقروض ہی اٹھائے، قرض خواہ نہ اٹھائے۔ "الروض المربع" کے مصنف فرماتے ہیں:

دفع مال لمن ينتفع به ويرد بدله

"قرض مال اس شخص کو دینے کا نام ہے جو اس سے فائدہ اٹھائے اور بدل ادا کرے۔"

جدید معاشیات میں مفہومِ قرض

انگریزی لفظ loan قرض کا مترادف ہے موجودہ معاشی نظام میں اس کے وہی معنی لئے جاتے ہیں جو قرض کے مذکور ہوئے، تاہم سود چونکہ موجودہ بینکاری نظام کا لازمی عنصر سمجھا جاتا ہے، اسلئے بیان کردہ اصطلاحی تعریف میں مشروط اضافہ کی اجازت بھی نظر آتی ہے۔ مشہور بزنس ڈکشنری (business dictionary) میں قرض کے تصور کو یوں بیان کیا گیا ہے۔"

> Written or oral agreement for a temporary transfer of a property (usually cash) from its owner (the lender) to a borrower who promises to return it according to the terms of the agreement, usually with interest for its use.[2]

ترجمہ: ایک ایسا تحریری یا زبانی معاہدہ جس میں قرض خواہ سے جائیداد عارضی طور پر مقروض کی طرف منتقل ہو جاتی ہے، جو عقد کی شرائط کے مطابق اسے واپس لوٹانے کا وعدہ کرتا ہے۔ عموماً اس قرض میں لی گئی چیز کے استعمال کے بدلہ سود بھی دینا ہوتا ہے۔

قرض کی مشروعیت قرآن حکیم کی روشنی میں

قرض کی اصطلاح نہ تو جدید ہے اور نہ ہی اسلام اس کا موجد ہے، یہ مالی معاملہ زمانہ قدیم سے نوعِ انسانی میں رائج ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم قرض کی مشروعیت صراحتًا بیان کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا، بلکہ اپنے

---

[1] التسولی، علی بن عبد السلام، البهجة فی شرح التحفة، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۸)، ۲: ۴۷۱۔

Al-Tasūlī, Ali ibn Abdul Salam, *Al-Bahjah Fi Sharh Al-Tuhfah*(Beīrūt: Dār al-Kutub al-Ilmiyyah, 1998), p. 471.

[2]www.businessdictionary.com defination loan.html

حکیمانہ انداز میں اشارۃً و دلالۃً اسکے جواز کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ جوازِ قرض کے متعلق آیاتِ قرآنیہ کو ہم دو عناوین میں تقسیم کرسکتے ہیں۔ وہ آیات جو قرض کو ایک اچھے عنوان کے طور پر ذکر کرتی ہیں۔ جیسے:

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا كَثِیْرَةً وَاللّٰهُ یَقْبِضُ وَیَبْصُۜطُ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ[1]

کوئی ہے کہ خدا کو قرض حسنہ دے کہ وہ اس کے بدلے اس کو کئی حصے زیادہ دے گا۔ اور خدا ہی روزی کو تنگ کرتا اور (وہی اسے) کشادہ کرتا ہے۔ اور تم اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے ۔

إِنَّ الْمُصَّدِّقِينَ وَالْمُصَّدِّقَاتِ وَأَقْرَضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا يُضَاعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ أَجْرٌ كَرِيمٌ[2]

یقیناً وہ جو صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں ہیں اور انہوں نے اللہ کو قرض دیا ہے، اچھا قرض۔ ان کے لئے اس صدقہ کو کئی گنا بڑھادیا جائے گا، اور ان کے لئے باعزت اجر ہے۔

وہ آیات جن میں متعلقاتِ قرض کے احکامات دیے گئے ہیں۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ وَلْیَكْتُبْ بَّیْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ[3]

مومنو! جب تم آپس میں کسی میعاد معین کے لئے قرض کا معاملہ کرنے لگو تو اس کو لکھ لیا کرو اور لکھنے والا تم میں (کسی کا نقصان نہ کرے ابلکہ) انصاف سے لکھے ۔

وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ[4]

اور اگر تم سفر پر ہو اور (دستاویز) لکھنے والا مل نہ سکے تو (کوئی چیز) رہن یا قبضہ رکھ کر (قرض لے لو)

---

[1] البقرۃ، ۲۴۵:۲
Al-Baqarah, 245:2.

[2] الحدید، ۱۸:۵۷
Al-Hadid, 18:57.

[3] البقرۃ، ۲۸۲:۲
Al-Baqarah, 282:2.

[4] ایضاً ۲۸۳:۲

قرض کی مشروعیت حدیث رسول ﷺ کی روشنی میں

مشروعیت قرض پر بہت سی احادیث دلالت کرتی ہیں۔ جن میں قدرِ مشترک قرض اور اس کا جواز ہے۔ نبی کریم ﷺ نے متعدد ارشادت میں امت کو قرض دینے کی ترغیب دی۔ مثلاً ایک موقع پر فرمایا:

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يُوسُفَ بْنِ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْسَجَةَ، يَقُولُ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ مَنَحَ مَنِيحَةَ لَبَنٍ أَوْ وَرِقٍ أَوْ هَدَى زُقَاقًا كَانَ لَهُ مِثْلَ عِتْقِ رَقَبَةٍ.[1]

جس نے دودھ دینے والی بکری یا سونا، چاندی کو بطورِ قرض دیا یا باغ میں سے درختوں کی قطار ھدیہ کی، اسے ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا۔

پھر ایک موقع پر فرمایا:

حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، أَخْبَرَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ أَبِي دَاوُدَ، عَنْ بُرَيْدَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِرًا كَانَ لَهُ كُلَّ يَوْمٍ صَدَقَةٌ،[2]

جس نے کسی تنگدست کو مہلت دی، اس کے لئے ہر روز اسی کے بقدر صدقہ کرنے کا ثواب ہے۔

قرض پر وجوب زکوٰۃ

قرض پر وجوب زکوٰۃ کے سلسلے میں چند مباحث ہیں۔ مقروضہ رقم کی زکوٰۃ کس پر واجب ہے؟ زکوٰۃ کے لحاظ سے قرض کے مباحث میں سب سے بنیادی سوال یہ ہے کہ اس کی زکوٰۃ کس پر واجب ہے؟ عقلی طور پر اس کی چار ہی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ قرض خواہ پر؟ مقروض پر؟ دونوں پر؟ کسی پر بھی نہیں؟ ہمارے علم کی حد تک اس کا تو کوئی فقیہ قائل نہیں کہ قرض کی زکوٰۃ قرض خواہ اور مقروض دونوں پر واجب ہے۔ اس لئے کہ اس صورت میں ایک ما ل کی ایک ہی سال میں دوبارہ زکوٰۃ دینی لازم آئے گی جو سراسر ناانصافی ہے اور اس کی نظیر شریعت میں موجود

---

[1] الترمذی، محمد بن عیسی، **سنن الترمذی** (بیروت: دار الغرب الإسلامی، 1998ء) الرقم: 1957۔

Al-Tirmidhī, Muhammad ibn Isa, *Sunan al-Tirmidhi*(Beirut: Dar al-Gharb al-Islami, 1998), No: 1957..

[2] ابن حنبل، احمد بن حنبل، ابو عبد اللہ، **مسند الامام احمد بن حنبل** (بیروت: موسسۃ الرسالۃ، ۲۰۰۱ء)، الرقم: ۲۲۹۷۰۔

Ibn Hanbal, Ahmad ibn Hanbal, Abu Abdullah, *Musnad al-Imām Ahmad ibn Hanbal*, Beirut: Muassasat al-Risalah, 2001, No: 22970..

نہیں ہے۔[1] بعض اکابر کی طرف یہ بات منسوب ہے کہ قرض خواہ اور مقروض دونوں میں سے کسی پر زکوٰۃ واجب نہیں امام ابو عبید اللہ نے حضرت عکرمہؒ سے یہ قول نقل کیا ہے۔[2]

"لیس فی الدین زکاۃ"

اس جملے کا بظاہر مطلب یہی ہے کہ دَین میں کسی بھی فریق پر زکوٰۃ نہیں لیکن یہ معنیٰ بھی بعید نہیں کہ فی الحال تو کسی پر زکوٰۃ کی ادائیگی لازم نہیں، البتہ قرض وصول ہونے کے بعد گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ خواہ پر لازم ہو گی۔ ہمارے نزدیک یہ دوسرا معنی ہی راجح ہے۔ ابن ابی شیبہؒ نے خود حضرت عائشہؓ سے ہی یہ قول نقل کیا ہے۔

"لیس فیه زکاۃ حتی یقبضه"

ترجمہ: قرض کی وصولیابی تک زکوٰۃ نہیں[3]

اس سے بھی دوسرے معنی کی تائید ہوتی ہے۔ اس لئے حضرت عائشہؓ کی طرف عدمِ زکاۃ کی نسبت ثابت نہیں۔ اس سلسلے میں تیسرا مسلک یہ ہے کہ قرض کی زکاۃ کا ذمے دار صرف مقروض ہے۔ علامہ ابنِ حزم اور امام شافعیؒ کا جدید قول یہی ہے اور اسی پر فقہ شافعی میں فتویٰ دیا جاتا ہے شرح الوجیز میں ہے:

الذین هل یمنع الزکاۃ اختلف فیه قول الشافعیؒ قال فی اکثر الکتب الجدیدۃ لا یمنع وهو المذهب لاطلاق النصوص الواردۃ فی باب الزکاۃ وایضاً فانه مالک النصاب وتصرفه نافذ فیه[4]

---

[1] فصیح بٹ، **قرض کے جدید زرعی مسائل اور اسلامی بینکاری**، 260۔

Butt, Faṣīḥ, *Qarz ke Jadīd Zarī Masāil aur Islāmi Bankāri*, p. 260.

[2] ابو عبید، قاسم بن سلام (م224ھ) **کتاب الأموال** (بیروت، لبنان: دار الفکر، 1408ھ)، ۲: ۹۰۔

Abu Ubayd, Qāsim ibn Salam (d. 224 AH), *Kitab al-Amwal* (Beirut, Lebanon: Dar al-Fikr, 1408 AH), p. 90.

[3] ابن ابی شیبہ، عبد اللہ بن محمد، **المصنف** (مصر: دار الهدی النبوی للنشر والتوزیع، ۲۰۰۷م)، ح:10359

Ibn Abī Sheība, `abdullāh Bin Muḥammad, *Al-Muṣannaf* (Miṣar: Dār al-Hadi al-Nabawi lil Nashr wa al-Tawzi, 2007, No: 10359.

[4] القزوینی، عبد الکریم بن محمد، **فتح العزیز بشرح الوجیز** (بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۷ء)، ۲: ۵۴۷۔

Al-Qazwīni, Abdul Karim bin Muhammad, *Fath al-Aziz bi Sharh al-Wajiz*, Beirut: Dar al-Kutub al-Ilmiyyah, 1997, Vol. 2, p. 547.

اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ قرآن وحدیث میں زکوٰۃ کا حکم عام ہے اور ہر اس شخص پر واجب قرار دی گئی ہے جو نصابِ زکوٰۃ کا مالک ہو، مقروض اور غیر مقروض کا کوئی فرق نہیں کیا گیا۔

زکوٰۃ صرف قرض خواہ کے ذمے

امام شافعی کے مذکورہ بالا نظریہ کے بر عکس جمہور فقہا کرام کا مؤقف ہے کہ قرض کی زکاۃ مقروض کے ذمے نہیں۔ قرض مانع زکاۃ ہے۔ اس مسلک کی روشنی میں قرض ہو یا دَین، اس کی زکاۃ صرف قرض خواہ ہی کی شرعی ذمہ داری ہے۔ صحابہ کرامؓ میں حضرت ابن عمرؓ، عثمانؓ، جابر بن زیدؓ، محدثین میں، وکیع، زھری، ابو سلمان، اسحاق، سفیان ثوریؒ اور ائمہ مجتھدین میں حضرت ابو حنیفہؒ، مالکؒ، احمد اسی مؤقف کے قائل ہیں۔

ان حضرات کے دلائل درج ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت عثمان غنیؓ نے رمضان المبارک میں بر سرِ منبر خطبہ دیتے فرمایا:

"هذا شهرزكا تكم ،فمن كان عليه دين فليقضه ، وزكوا بقية اموالكم "

ترجمہ: یہ تمہارا زکاۃ کا مہینہ ہے۔ پس جس کسی کے ذمے قرض ہو وہ اسے ادا کر دے اور اپنے بقیہ ماندہ مال کی زکاۃ ادا کرے۔[1]

۲۔ یہ حضرات شریعت سے بھی استدلال کرتے ہیں۔ زکاہ کی فرضیت اغنیاء پر ہے۔ صحیح بخاری میں نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے۔

" تو خذ من اغنيا ئهم و ترد على فقرائهم "[2]

ترجمہ: یہ زکاۃ مالداروں سے وصول کی جائے گی اور فقراء کو ادا کی جائے گی۔

قرض کی زکوٰۃ سے متعلق (OIC) کے ذیلی ادارے مجمع الفقہ الاسلامی کا فیصلہ

---

[1] ابن ابی شیبہ، عبد اللہ بن محمد، **المصنف**، ح:۱۰۶۵۸

Ibn Abī Sheība, *Al-Muṣannaf*, No: 10658.

[2] البخاری، محمد بن اسماعیل، **الصحیح البخاری**، (دار طوق النجاۃ، ۱۴۲۲ھ)، ۱۳۹۵۔

Al-Bukhārī, Muḥammad bin Ismā'īl, Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, (Dār Tawq al-Najāḥ, 1422H), NO:1395

اوّل: اگر مقروض مالدار ہو اور قرض واپس ملنے کی امید ہو تو قرض خواہ پر ہر سال کی زکاۃ واجب ہو گی۔

دوم: اگر مقروض تنگدست ہو یا ٹال مٹول کرنے والا ہو تو قرض خواہ پر اس وقت زکوٰۃ واجب ہو گی جب قرض واپس مل جائے اور اس پر قبضہ کے دن سے ایک سال گزر جائے۔[1]

بیع سے متعلقہ کرنسی کے مسائل

بیع کی تفہیم

علامہ فیومیؒ المصباح المنیر میں ب، ی، ع کے مادہ میں لکھتے ہیں: **با عه يبيعه بيعاً و مبيعاً فهو با ئع و بيّع۔** ابن القطاع نے نزدیک ایک لغت اَباعہ بھی ہے۔ چنانچہ ابتاع اور اشتری کی طرح باع اور شریٰ بھی ہم معنی ہیں۔[2] **قَالَهُ ابْنُ الْقَطَّاعِ وَالْبَيْعُ مِنْ الْأَضْدَادِ مِثْلُ الشِّرَاءِ**[3] بیع کا لفظ شراء کی طرح اضداد میں سے ہے بیع ان الفاظ میں سے ہے جو دو متضاد معنوں کی حامل ہیں، خریدنا اور بیچنا[4] مال کے مال سے تبادلے کو کہتے ہیں جو باہمی رضا مندی سے ہو[5] اس سے معلوم ہوا کہ ہر دو طرف سے مال ہونا چاہیے اگر ایک طرف سے مال ہو اور دوسری طرف سے کچھ نہ ہو تو یہ بیع نہ ہو گی بلکہ ہبہ، وصیت وغیرہ ہو گا۔

مال کا مال سے تبادلہ کرنا جو آپسی رضامندی سے ہو۔

---

[1] انٹرنیشنل فقہ اکیڈمی جدہ کے شرعی فیصلے، مترجم، محمد فہیم اختر ندوی، ایفا پبلیکیشنز، ۲۰۱۲ء، ص:۷۹
International Fiqh Academy, Jeddah, *Sharai Faislay*, translated by Muhammad Faheem Akhtar Nadvī, IFA Publications, 2012, p. 79.

[2] خرید و فروحت کی مروجہ صورتیں، ص ۲۶
Khareed-o-Farokht Ki Maroja Surtain, Page 26.

[3] أحمد بن محمد بن علي الفيومي، **المصباح المنير في غريب الشرح الكبير** (مصر: مكتبة السيد عبد الواحد واحيه، 1344ھ)، ۱:۴۲۲
Alhmad bin Muhammad bin Ali Al-Fawūmī, *Al-Miṣbāḥ al-Munīr fī Gharīb al-Sharaḥ al-Kabīr* (Egypt: Maktaba al-Sayyid Abdulwahid and his brother, 1344) 1:422.

[4] الرازی، محمد بن ابو بکر، الامام، **مختار الصحاح**، (بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1999ء)، 71۔
Al-Rāzī, Muhammad ibn Abubakr, Al-Imam, *Mukhtār al-Sihāh* (Beirut: Dar Ihya al-Turath al-Arabi, 1999),

[5] تھانوی، محمد علی، **کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم**، تحقیق: ڈاکٹر علی دحروج، ڈاکٹر عبد اللہ خالدی (بیروت، مکتبہ لبنان، ۱۹۹۶)، ۱:۷-۱۳۔
Thanvi, Muhammad Ali, *Kashāf Iṣtalāhāt Al-Funūn al-Ulūm*, Taḥqīq: Dr. Ali Daḥrūj, Dr. Abdullah Khalidī (Beīrūt, Maktabaḥ Labnān, 1996), 1:643.

وفي الشرع: مبادلة المال المتقوم بالمال المتقوم، تمليكاً وتملكاً[1]

لفظ بیع قرآن پاک کی روشنی میں

قرآن پاک میں لفظ بیع اپنے اصطلاحی معنی میں متعدد جگہوں میں استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا[2]

یہ حالت ان کی اس لیے ہو گی کہ انہوں نے کہا تھا کہ تجارت بھی تو ایسی ہی ہے جیسے سود لینا، حالانکہ اللہ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے،

رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَ اِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَ الْاَبْصَارُ[3]

ایسے لوگ جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے اور نماز قائم کرنے اور زکوۃ ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی اس دن سے ڈرتے ہیں جس دن بہت سے دل اور بہت سی آنکھیں الٹ پلٹ ہو جائیں گی۔

کرنسی سے متعلق بیع کے مسائل

کرنسی سے متعلق بیع کے چند مسائل درج ذیل ہیں۔

بیع صرف: صرف کے کئی لغوی معنیٰ ہیں: نقل (ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا)، پھیرنا (فلاں نے اس سے اپنا چہرا پھیرا)، تخلیہ (کسی کو چھوڑنا) اِنفاق (خرچ کرنا)، بیع (زیادت اور اضافہ)، توبہ، زینت اور خوبصورتی، شور مچانا اور آواز نکالنا[4] بیع صرف یہ ہے کہ ثمن کی بیع ثمن کے بدلہ ہو، مثلاً چاندی چاندی کے بدلہ، سونا سونے کے بدلے

---

[1] الجرجانی، علی بن محمد، **کتاب التعریفات** (قاہرہ: دار الفضیلۃ، 1440ھ)، ۱:۱۵۔
Al Jurjani, Ali Bin Muhammad, *Kitab altareefat*, (Qaḥiraḥ: Dār al-Fażīla, 1440 AH), 15:1.

[2] البقرۃ، ۲:۲۷۵

Al-Baqarah, 275:2.

[3] النور، ۲۴:۳۷

Al-Nur, 37:24.

[4] زر کا تحقیقی مطالعہ، ۱۴۳

یا روپے کا نوٹ اور سکہ اسی کے بدلے۔ بیع صرف میں ضروری ہے کہ طرفین کی جانب سے ثمن اور مبیع کی حوالگی مجلس میں ہی ہو جائے۔ کسی کی طرف سے ادھار نہ ہو اور اگر طرفین سے ایک ہی جنس ہو تو مقدار برابر ہے۔[1]

علامہ حصکفیؒ فرماتے ہیں:

وشرعاً بیع الثمن با لثمن ای ما خلق للثمنیة ، و منه المصوغ جنسا بجنس او بغیر جنس [2]

اور شریعت میں بیع صرف عبارت ہے ثمن کی ثمن کے ساتھ خرید و فروخت سے، یعنی جو خلقی طور پر ثمن ہو، اور اسی سے بنا ہوا برتن بھی ہے، گواہ جنس کا مقابلہ جنس کے ساتھ ہو یا خلاف جنس سے۔

علامہ مرغینانیؒ فرماتے ہیں:

سواء کانا یتعینان کالمصوغ اولایتعینان کالمضروب.او یتعین احدهما ولا یتعین الاخر، لاطلاق ماروینا، ولانه ان کان یتعین ففیه شبهة التعیین لکونه ثمنا خلقة فیشترط قبضه اعتبارا للشبهة في الربا۔"[3]

چاہے عوضین متعین کرنے سے متعین ہوتے ہوں، مثلادونوں طرف برتن ہوں، یا متعین نہ ہوتے ہوں، مثلادونوں طرف کہ جواں، یا ایک کو متعین ہوتا ہو، اور دوسرا نہ ہوتا ہو، (یہ سب صورتیں یہ بیع صرف میں داخل ہیں)، ایک تو حدیث مطلق ہے، اور دوسری بات یہ کہ چونکہ یہ خلقی ثمن ہے، تو اس میں تعیین کے باوجود شبہ پایا جاتا ہے، اس لئے شبہ ربا کی وجہ سے اس میں تقابض کو ضروری قرار دیا۔

Zar Ka Tahqiqi Mutala, 143.

[1] رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، **قاموس الفقہ**، (کراچی، زمزم پبلشرز،) س2007، ۳:۵۸۔

Raḥmānī, Khālid Saif Allah, Mawlānā, Qāmūs al-Fiqh, (Karachi, Zamzam Publishers), S. 2007, 3:58.

[2] الحصکفی، علاء الدین، محمد بن علی بن محمد الحِصْني (م:1088ھ)، الدر المختار، (بیروت، دار الفکر، طبع ثانیہ، 1412ھ)، ۷:۴۰۲۔

Al-Hasakafi, Ala ud-din, Muhammad ibn Ali ibn Muhammad al-Hisni (d. 1088 AH), *Al-Dar al-Mukhtar*, (Beirut, Dar al-Fikr 2nd edition, 1412 AH),402:7.

[3] مرغینانی، علی بن ابی بکر (متوفی:593ھ)، الھدایہ (بیروت: داراحیاء التراث العربی، س۔ن)، ۶:۲۶۱۔

Murghīnānā, ’Ali ibn Abī Bakar (593 AH), *Al-Hidāyaḥ* (Baīrūt:Dār Aḥyā Al-Turāth Al-ʿarabī,n.d.), 261:6.

جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ایک طرف سونے یا چاندی کا برتن یا زیور ہو، اور دوسری طرف بھی سونے یا چاندی کا برتن یا زیور ہو، یا دونوں طرف دراہم یا دنانیر ہوں، یا ایک طرف درہم یا دینار ہو، اور دوسری طرف سونے یا چاندی کا برتن یا زیور ہو، تو یہ تمام صورتیں بیع صرف کی ہیں، کیونکہ یہ تمام ثمن خلقی ہیں، لہذا ان تمام صورتوں میں تقابض ضروری ہو گا۔

علامہ نسفیؒ فرماتے ہیں:۔

وغالب الغش ليس في حكم الدراهم والدنانير فيصح بيعها بجنسها متفاضلا والتبايع والاستقراض بما يروج عددا أو وزنا أو بهماولا يتعين بالتعيين لكونها اثمانا۔"[1]

کھوٹا گر غالب ہو تو اس صورت میں یہ دراہم اور دنانیر کے حکم میں نہیں ہوں گے، لہذا ان کی ہم جنس کی بیع زیادتی کے ساتھ جائز ہو گی، اور رِواج کے مطابق انکی خرید و فروخت اور قرض کا معاملہ وزن یا عدد کے اعتبار سے درست ہو گا، البتہ یہ تعین کرنے سے متعین نہیں ہوں گے۔ کیونکہ یہ اثمان ہیں۔

اس پر علامہ ابن جیم فرماتے ہیں:۔

قوله:"ولايتعين بالتعيين لكونها اثمانا يعنى مادامت تروج لانها بالاصطلاح صارت اثمانا، فمادام ذلك الاصطلاح موجودا، لا تبطل الثمنية لقيام المقتضى[2]

صاحب ہدایہ کی یہ بات کہ یہ تعین کرنے سے متعین نہیں ہوتے، کیونکہ یہ اثمان ہیں، یعنی جب تک مروّج ہوں، کیونکہ یہ لوگوں کی اصطلاح سے اثمان بنے ہیں، سوجبتک یہ اصطلاح باقی رہے گی، اسکی ثمنیت بھی باقی رہے گی، اس لئے کہ مقتضی موجود ہے۔

خلاصہ: اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر سونے یا چاندی میں کھوٹ غالب ہو اور سونا چاندی کم ہو اور وہ مروج بھی ہو تو ان کی بیع کمی بیشی کے ساتھ جائز ہے، اگرچہ عوضین ہم جنس کیوں نہ ہوں لیکن اس کے باوجود یہ تعین کرنے سے

---

[1] الامام ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی، **کنز الدقائق مع البحر** (بیروت: دارالکتب العلمیۃ، ۱۴۱۸ھ، جلد ۳۳۵، صفحہ ۶۔
Al-Imam Abu al-Barakat Abdullah ibn Ahmad ibn Mahmood al-Nasafi, *Kanz al-Daqā'iq ma'al Bahar*, Beirut: Dar al-Kutub al-Ilmiyyah, 1418 AH, vol. 335, p. 6.

[2] ایضاً

متعین نہیں ہوں گے کیونکہ یہ اثمان ہیں لیکن اثمان عرف یہ ہیں۔ اس سے یہ بات صاف طور پر معلوم ہوئی کہ اس میں ثمن کا مقابل ثمن کے ساتھ ہے لیکن چونکہ ثمن خلقی نہیں، اس لئے اس کو بیع صرف سے نکالا اور اس میں وحدت جنس کے باوجود تفاضل (زیادتی) کو جائز قرار دیا۔ فقہائے حنفیہ کی ان عبارات سے یہ بات صاف طور پر سامنے آتی ہے کہ بیع صرف کے لئے صرف ثمن کا ہونا کافی نہیں۔ بلکہ ضروری ہے کہ وہ ثمنِ خلقی ہو۔ ثمنِ خلقی کسی بھی شکل میں ہو سکتا ہے۔ البتہ عدمِ تعیین کے لئے کسی شئ کا صرف ثمن ہونا کافی ہے۔

بیع صرف اور اس کی شرطیں

بیع صرف کے شرعاً معتبر ہونے کی چار شرطیں ہیں، جن میں سے دو وجودی ہیں، یعنی ان کا پایا جانا ضروری ہے، اور دو عدمی ہیں کہ ان کا نہ پایا جانا ضروری ہے، اور وہ چار شرائط اِجمالاً درج ذیل ہیں:۔

۱- تقابض　　　　۲- تماثل یا مماثلت

یہ دو شرائط وجودی ہیں۔

۳- خیار شرط　　　　۴۔ اجل (تاجیل)

یہ دو شرائط عدمی ہیں۔ بلکہ اگر غور کیا جائے، تو بیع صرف معتبر ہونے کے لئے ایک ہی شرط ہے، اور وہ تماثل ہے، کیونکہ مماثلت یا تماثل کے معنی یہاں برابری کے ہیں، اور جب ایک جانب قبضہ پایا جائے، اور دوسری جانب قبضہ نہ پایا جائے، تو ظاہر ہے کہ ایک جانب جو جانب قبضہ ہے اسکو فضیلت حاصل ہو گئی، تو مماثلت نہ رہی۔

جیسا کہ علامہ مرغینانی کی عبارت میں اس کی صراحت ہے:

> **ثم لا بد من قبض الآخر تحقيقا للمساواة فلا يتحقق الربا ولان أحدهما ليس باولى من الآخر**[1]
>
> " پھر دوسری جانب قبضہ ضروری ہے تاکہ برابری ثابت ہو، اور ربا لازم نہ ہو، اور اس لئے بھی کہ ایک جانب دوسری جانب سے اولی نہیں

[1] مرغینانی، **الھدایہ**، ۶: ۲۶۰۔

Murghīnānā, *Al-Hidāyaḥ*, p. 260, vol. 6.

تقابض: تقابض باب تفاعل سے ہے، جس کے معنی بھی قبضہ کرنے کے ہیں، یعنی متعاقدین میں سے ہر ایک عوض پر مجلس عقد میں قبضہ کرے، تو بیع صرف معتبر ہونے کے لئے یہ سب سے اہم اور عمومی شرط ہے، جو بیع صرف کی تمام صورتوں میں بالاتفاق ضروری ہے۔ یعنی بیع صرف کی کوئی بھی صورت ہو خواہ عوضین کسی بھی شکل میں ہوں، لیکن سکی کی شکل میں ہوں، برتن یا زیور کی شکل میں ہوں، ڈلی کی شکل میں ہوں، وغیرہ، اور جنس کا جنس کے ساتھ مقابلہ ہو، یا غیر جنس کے ساتھ مقابلہ ہو، ان تمام صورتوں میں بیع صرف معتبر ہونے کے لئے اس شرط کا پایا جانا ضروری ہے۔ [1]

اس شرط کو ضروری قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ اگر بیع میں کسی جانب بھی قبض نہ ہو تو یہ بیع "الکائی بالکائی ہے یعنی ادھار کا ادھار کے ساتھ معاملہ جو شرعاً ناجائز ہے۔ چنانچہ ابن عمر کی روایت ہے، جس کے الفاظ درج ذیل ہیں:۔

إِسْحَاق وَابْن أَبِى شيبَة وَالْبَزَّاز عَن ابْن عمر رَسُول الله ﷺ أَن يُبَاع كالىء بكالىء يَعْنِي دينا بدين زَاد الْبَزَّار وَعَن بيع عَاجل بآجل وَعَن بيع الْغرَر [2]

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ادھار کے مقابلے میں ادھار کی بیع سے منع فرمایا ہے، بزار کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ آپ نے ادھار کے مقابلے میں نقد کی بیع سے منع فرمایا ہے، اور بیع غرر سے بھی منع فرمایا ہے۔ اور فقط ایک جانب قبضہ ہو، تو اس صورت میں مساوات اور برابری فوتہو جائے گی، اور اس شرط کی اہم دلیل اشیائے ستہ والی احادیث ہیں:۔

الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ، وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ، وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ ، وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ ، وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ ، وَالزَّبِيبُ بِالزَّبِيبِ، وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ، مِثْلابِمِثْلٍ،يَدًابِيَدٍ، فَمَنْ زَادَ أَوِ اسْتَزَادَ فَقَدْ أَرْبَى۔ [3]

سونے کو سونے کے بدلے میں برابر برابر بیچو، چاندی کو چاندی کے بدلے میں برابر برابر بیچو۔ کھجور کو کھجور کے بدلے میں برابر برابر کو گندم کو گندم کے مقابلے میں برابر برابر بیچو۔ نمک کو نمک کے بدلے میں برابر برابر بیچو، جو کو جو کے بدلے میں برابر برابر فروخت کرو لیکن جو شخص اضافے کا لین

---

[1] مرغینانی، **الھدایہ**، ۹: ۳۲۱۔

Murghīnānā, *Al-Hidāyaḥ*, p. 321, vol. 9.

[2] عسقلانی، علامہ ابن حجرؒ، **الدرایۃ فی تخریج احادیث الھدایۃ** (پاکستان: المکتبۃ الاثریۃ، س ن)، 22

Asqalani, Alama Ibn Hajar, *Al-Dirayāh fi Takhrij Ahadith al-Hidayah* (Pakistan: Al-Maktaba al-Athariyya), No. 22.

[3] علاء الدین علی بن حسام الدین المتقی الہندی، **کنز العمال** (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۹۸۱م)، حدیث: ۹۲۹۹

'Alā' ud-Dīn 'Ali bin Ḥassām ud-Dīn al-Muttaqi al-Hindi, *Kanzul al-'Ummāl*, (Bairūt: Mu'assah ar-Risalah, 1981), Ḥadīth: 9299.

دین کرے، وہ ربا کا معاملہ کرے گا، البتہ سونے کو چاندی کے بدلے میں جس طرح چاہے فروخت کرو، بشرطیکہ دست در دست ہو، اور جو کو کھجور کے بدلے میں جس طرح چاہو فروخت کرو، بشرطیکہ دست در دست ہو۔

عن ابن عمر أن عمر قال: لا تبيعوا الذهب بالذهب الامثلا بمثل، ولا تبيعوا الورق بالذهب احدهما غائب والآخر ناجز[1]

سونے کو سونے کے ساتھ برابر برابر ہی بیچو، اور چاندی کو سونے کے ساتھ اس طرح مت بیچو کہ ایک حاضر ہو، اور دوسری چیز غائب ہو۔

خلاصہ: بیع صرف میں تقابض" کے شرط ہونے کا مطلب یہ ہے کہ عاقدین جسماً جلسہ عقد نہ چھوڑیں، جسے عربی میں "افتراق بالابدان کہتے ہیں، جس کی صورت یہ ہو گی کہ مثلا بیع صرف کا معاملہ ہو گیا اور زمین پر قبضے سے قبل ایک عاقد اس طرف نکل گیا، اور دوسرا عاقد دوسری طرف نکل گیا، یا ایک عاقد مجلس میں موجود ہے، اور دوسرا اٹھ کر چلا گیا تو اس صورت میں عقد شرعاً باطل ہے لیکن اگر اسی مجلس میں دونوں موجود ہیں، خواہ مجلس جتنی بھی لمبی ہو جائے، یا دونوں اس میں سو جائیں، تو اس کو افتراق نہیں کہا جائے گا، اسی طرح اگر مجلس میں عقد ہوا، اور متعاقدین دونوں ایک ساتھ مجلس سے اٹھ گئے، اور ایک جانب ہی ایک ساتھ نکلیں، تو اس صورت کو بھی افتراق نہیں کہا جائے گا، اور اس سے عقد باطل نہیں ہو گا، اگر اسکے بعد عوضین پر قبضہ پایا گیا، تو صرف معتبر ہو جائے گا۔

تماثل / مماثلت: تماثل یا مماثلت کے معنی برابری" کے ہیں، کو صرف میں اس کا مطلب یہ ہے کہ جب عوضین ہم جنس ہوں، مثلا دینار کے مقابلے میں دینار یا درہم کے مقابلے میں درہم کی ہی ہو رہی ہو تو اس صورت میں کسی ایک جانب کسی قسم کی کوئی زیادتی جائز نہیں، خواہ وہ کسی بھی شکل میں ہو، اور اس سلسلے میں جید (عمدہ) اور ردی (گھٹیا) برابر ہیں، برتن کی شکل میں ہوں، زیور کی صورت میں ہوں، ڈلی کی شکل میں ہوں، یا سکہ کی شکل میں ہوں، کیونکہ اس سلسلے میں وارد احادیث مطلق ہیں، وہ اطلاق کی وجہ سے تمام صورتوں کو شامل ہیں۔

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[1] الزیلعی، جمال الدین، **نصب الرایۃ**، (بیروت: مؤسسۃ الریان، ۱۴۱۸ھ)، ۵۹:۴۔

Al-Zayla'ī, Jamāl al-Dīn, *Nasb al-Rāyaḥ*, (Beīrūt: Mu'assasa Al Risālah,1418), 59:4.

الذهب بالذهب والفضة بالفضة (إلى أن قال:) مثلا بمثل سواء بسواء يدا بيد فاذا اختلفت هذه الأصناف فبيعوا كيف شئتم اذا كان يدا بيد۔[1]

سونا سونا کے مقابلے میں اور چاندی چاندی کے مقابلے میں برابر برابر اور ہاتھ درہاتھ بیچو، جب یہ قسمیں مختلف ہو جائیں، تو پھر جس طرح مرضی ہو بیچو۔ لیکن اس صورت میں بھی ہاتھ درہاتھ بیچنا ضروری ہے۔ البتہ عوضین اگر ہم جنس نہ ہوں، تو اس صورت میں مماثل ضروری نہیں، مثلاً ایک جانب درہم ہے، اور دوسری جانب دینار ہے، تو اس صورت میں تفاضل (زیادتی) جائز ہے۔

بیع اجل: یہ بیع صرف کی عدمی شرائط میں سے ہے، یعنی اس کا نہ ہونا بیع صرف کی صحت کے لئے ضروری ہے، اور اسکے ہونے سے صرف باطل ہو گی، اور اسکی وجہ بالکل ظاہر ہے، کیونکہ بیع صرف میں جب عوضین پر قبضہ ضروری ہوا، تو اگر کسی ایک جانب ثمن موجل ہو، تو مجلس عقد میں قبضے کا تحقق نہیں ہو گا، اس وجہ سے بیع صرف کسی بھی باب اجمل کو قبول نہیں کرتی۔[2]

خلاصہ: خلاصہ یہ کہ بیع صرف کے معتبر ہونے کے لئے انچار شرطوں کا وجود اور عدماً ہونا نہایت ضروری ہے، یعنی تقابض اور تماثل کا وجود ہونا ضروری ہے، اور خیار شرط اور اجل کا عدم ہونا ضروری ہے۔

بیع خیار

"حق العاقد في فسخ العقد او امضاء ه لظهور مسوغ شرعي او بمقتضى اتفاق عقدى۔[3]

فسخِ عقد یا تنفیذِ عقد کا وہ حق جو عاقد کو اس وقت حاصل ہوتا ہے، جب معاملے میں کوئی شرعی مجوز ظاہر ہو جائے یا کسی ایسے معاہدے کی وجہ سے جو عقد میں ہوا ہوتا ہے۔

---

1 صحیح بخاری، کتاب البیع، ۸۱۔ ۸۴

"Sahih al-Bukhari," "Kitab al-Buyu'," 81:84.

2 زر کا تحقیقی مطالعہ، ۱۶۹

"Zar Ka Tahqiqi Mutala," 169.

3 الدكتور عبد الستار ابو غدة، الخير واثرها في العقود، مطبعة مقهوي، الكويت، ١٤٠٥ھ، (۱/۴۳)

Dr. Abdul Sattar Abu Ghuddah, "Al-Khair Wa Atharuha Fi al-Uqud," Matba'at Maqhoui, Kuwait, 1405 AH, (43/1).

یعنی خیار شرط کا مطلب یہ ہے کہ عقد میں کسی ایک عاقد یا دونوں کا اس بات کا اختیار دیا جائے کہ اگر وہ چاہے یا چاہیں تو اس عقد کو اتنے دنوں میں فسخ کرئے یا کریں، اور یا اس کو نافذ کرے یا کریں، اب اس شرط کی بنیاد پر جس کو اختیار حاصل ہو، وہ مقررہ مدت کے اندر اس شرط کے مطابق اپنا اختیار استعمال کر سکتا ہے، چاہے تو اس عقد کو ختم کرے، اور چاہے تو اس کو نافذ کرے مثلاً زید عمرو سے کہتا ہے کہ میں تم سے یہ گھڑی خرید تا ہوں لیکن مجھے تین دن کا اختیار رہے گا۔

بیع صرف کے متعلق چند اہم مسائل

- یہ قاعدہ ہے کہ جن اشیاء کی بیع میں تفاضل جائز ہوتا ہے، ان میں مجازفہ (تولے ناپے بغیر اندازہ سے) بھی جائز ہو گا، اور جن اشیاء میں تفاضل اور زیادتی نہیں، ان میں مجازفہ بھی جائز نہیں، اور یہ قاعدہ چاروں مذاہب میں متفق علیہا ہے۔ لہٰذا سونے کی سونے کے ساتھ تین یا چاندی کی چاندی کے ساتھ کے یا گندم کی گندم کے ساتھ بیع مثلاً مجازفۃً حرام ہے۔ لیکن چاندی کی سونے کے ساتھی اگندم کی جو کے ساتھ بیع مجازفۃً درست ہے۔
- اگر کسی نے مثلاً سونے کو سونے کے ساتھ مجازفۃً بیچا یہ ناجائز ہے لیکن اگر پھر اسی مجلس میں دونوں کو تولا گیا، اور دونوں برابر تھے، تو استحساناً یہ عقد درست ہو جائے گا، اور اگر مجلس برخاست ہو گئی، اور اس کے بعد دونوں کو تولا اور دونوں برابر نکلیں تو اس صورت میں یہ عقد بدستور فاسد ہی رہے گا۔
- چاندنی میں اگر کھوٹ شامل ہو، یا سونے میں کھوٹ شامل ہو، اور اس کو کسی اور دھات کے ساتھ فروخت کیا، تو دیکھا جائے گا، اگر چاندی غالب ہے، تو یہ خالص چاندی کے علم میں ہے، اور اسی طرح سونا غالب ہو، تو یہ خالص سونے کے حکم میں ہے، لہٰذا اس طرح کھوٹ والی چاندی یا سونے کو اپنے ہم جنس کے ساتھ تفاضلاً فروخت کرنا درست نہ ہو گا، اور اگر کھوٹ غالب ہے، تو اس کا حکم عام دھات کا ہے لہٰذا جس دھات کے ساتھ اس کا مقابلہ ہو رہا ہے وہ اگر اس کا ہم جنس ہو تو اس عقد میں تفاضل جا ئزنہ ہو گا، ورنہ جائز ہو گا۔[1]

[1] ایضاً، ۱۷۰

سونا چاندی کی خرید و فروخت

اللہ تعالی نے زمین پر جو قدرتی دولت چھپا رکھی ہے ان میں سونا اور چاندی ہے۔ یہ ایک بہت ہی قیمتی دھات ہے، کیونکہ یہ زینت اور زیور کے لیے استعمال ہوتی ہے اور عورتیں زیورات پہنتی ہیں، یہ دولت اور قدر کا پیمانہ نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ زمانہ قدیم سے افراد یا حکومتوں نے سونے کو دولت کے محفوظ ذخیرے کے طور پر جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کی اہمیت کی وجہ سے یہ قدیم زمانے سے بطور کرنسی استعمال ہوتی رہی ہے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ترکی کو سونا اور ایران کو چاندی بھیجی تھی، یہ بڑی اقتصادی اور فوجی طاقتیں تھیں۔ اس وقت کی دنیا، اور عربوں نے سونے کا سکہ دینے کے لیے دو کرنسیوں کا استعمال کیا، اور ہمیں چاندی کہا گیا۔ اگرچہ سونا اور چاندی کا اب کوئی وجود نہیں رہا، چاندی پھر ایک عام دھات بن جائے گی، کیونکہ کرنسی کے طور پر سونے کی قدر میں کمی آئی، اور بظاہر بیکار کاغذ کی جگہ لے لی گئی، لیکن پھر سے سونے کی اپنی قیمت تھی، اس لیے، تمام دھاتوں اور خاص طور پر سکوں کے برعکس، سونے کی قیمت مستحکم ہے لیکن صورتحال یہ ہے کہ غذائی اجناس کی قیمتیں تیزی سے گر رہی ہیں اور سونے کی قیمت کم اور زیادہ بڑھ رہی ہے۔ [1]

سونا چاندی کو باہم صرف نقد فروخت کرنا

اگر سونا سونے کے بدلے یا چاندی کے بدلے چاندی پیش کیا جائے تو صرف فدیہ ہوتا ہے، اور اس صورت میں نقدی اور ترسیل بھی ضروری ہے، وزن میں بھی برابری ضروری ہے، اور برابری واجب ہے۔ سونے کے بدلے چاندی یا چاندی کے بدلے سونا بیچنا ضروری نہیں ہے بلکہ ملکیت برادری کی ملکیت ہونی چاہیے۔

أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُسْلِمِ بْنِ يَسَارٍ، وَرَجُلٍ آخَرَ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا تَبِيعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ، وَلَا الْوَرِقَ بِالْوَرِقِ، وَلَا الْبُرَّ بِالْبُرِّ، وَلَا الشَّعِيرَ

---

[1] مفتی عبداللہ خالد لونا واڑہ، سونا چاندی کی تجارت جدید شکلیں اور شرعی احکام (تفصیلی مقالات)، ابجد پبلیشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹر، نومبر ۲۰۱۷ء، ۲۷۰

Mufti Abdullah Khalid Luna Wara, "Sona Chandi Ki Tijarat Jadeed Shaklain Aur Sharia Ahkam (Tafseeli Maqalaat)," Abjad Publishers and Distributors, November 2017, Page 270.

بِالشَّعِيرِ، وَلَا الْمِلْحَ بِالْمِلْحِ إِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ، عَيْنًا بِعَيْنٍ، يَدًا بِيَدٍ، وَلَكِنْ بِيعُوا الذَّهَبَ بِالْوَرِقِ، وَالْوَرِقَ بِالذَّهَبِ، وَالْبُرَّ بِالشَّعِيرِ، وَالشَّعِيرَ بِالْبُرِّ، وَالتَّمْرَ بِالْمِلْحِ، وَالْمِلْحَ بِالتَّمْرِ يَدًا بِيَدٍ، كَيْفَ شِئْتُمْ»(رواه الشافعی) [1]

گویا سونا چاندی کو کمی بیشی کے ساتھ نقد بیچنا تو جائز ہے لیکن ادھار بیچنا جائز نہیں ہے۔

سونا چاندی کو روپے یا نوٹ کے عوض فروخت کرنا

البتہ سونا چاندی کو نوٹ یا روپے کے عوض فروخت کرنا شرعاً بیع صرف نہیں ہے، کیونکہ سونا چاندی وزنی چیز ہے وزن سے فروخت کیا جاتا ہے، اور روپے یا نوٹ کا شمار عددی چیزوں میں ہوتا ہے لہٰذا مروجہ نوٹ اور اس کے عوض سونا اور چاندی کی فروخت شرعاً ہر طرح جائز ہے، اور اگر روپے یا نوٹ کو وزنی مانا جائے تب بھی اتحاد قدر نہیں ہے کیونکہ سونے چاندی کا ترازو اور باٹ الگ ہے اور لوہے گلٹ وغیرہ کا ترازو اور باٹ الگ ہے، اسلئے دونوں میں نہ تو اتحاد جنس ہے اور نہ ہی اتحاد قدر ہے، اس لئے تفاضل و نسئیہ دونوں طرح ان کی خرید و فروخت مروج سکے اور نوٹ سے جائز ہے موجودہ نوٹ دراصل مروجہ سکہ کا عوض ہے اور عددی ہے اس لئے کمی بیشی کے ساتھ اس کا تبادلہ جائز ہے۔ مفتی رشید احمد لدھیانوی نے "احسن الفتاوی" جلد ششم "کتاب البیوع" کے تحت نوٹ سے سونے اور چاندی کی بیع کے جواز کے سلسلہ میں ایک فتوی لکھا ہے جو مع سوال و جواب حسب ذیل ہے:

سوال: آج کل کے مروجہ نوٹ اور سکے جو حکومت کی طرف سے رائج ہیں جن کے ساتھ لوگ بیع و شرا اور لین دین کرتے ہیں کیا یہ سونے چاندی یا صرف سونے یا صرف چاندی کے علم میں ہیں کیا ان کے ساتھ سونے اور چاندی کی کہ بیع بالفضل بالنسئیۃ یا صرف بالفضل یا صرف بالنسیہ یا صرف بالنسیئۃ جائز ہے یا نہیں ہے؟

---

[1] أبو عبد الله محمد بن إدريس الشافعي، المسند، دار الکتب العلمیۃ، بیروت–لبنان، 1400ھ، کتاب البیع

Abu Abdullah Muhammad bin Idris al-Shafi'i, "Al-Musnad," Dar al-Kutub al-Ilmiyah, Beirut, Lebanon, 1400 AH, Kitab al-Bay.

جواب: رائج نوٹ اور سکے سونے اور چاندی کے علم میں نہیں نہ ہی سونے چاندی کی رسید ہیں لہٰذا ان سے بیع ذہب وفضہ بہر کیف جائز ہے، تفاضل ونسیئہ بھی جائز ہے، البتہ حرمتِ ربواب صورت تبادل بالجنس واقع ہوئی اور فرضیت زکوۃ میں یہ سکہ بحکم فضہ ہے، كما قالوا في الفلوس الرائجة ،والله تعالى اعلم[1]

عمدہ سونا کی خرید وفروخت ردی سونے کے ذریعہ

فقہاء کرام نے صراحتاً فرمایا ہے کہ عمدہ سونا کی خرید وفروخت ردی سونے کے ذریعہ کمی بیشی کے ساتھ ناجائز ہے، اس میں ربا پایا جاتا ہے جو کہ حرام ہے، نیز وصف کے تفاوت کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

"لا يجوز بيع الجيد بالردى فيما فيه الربوا إلا مثلا بمثل لانه دار التفاوت في الوصف"[2]

(عمدہ کی بیع ردی کے ذریعہ جائز نہیں ہے، اموال ربویہ میں مگر یہ کہ برابر برابر ہو وصف میں فرق کے باطل ہونے کیوجہ سے) یہی رائے علامہ علاء الدین حصکفی کی ہے۔

وجيد مال الربو ورديئه سواء[3]

خلاصہ یہ ہے کہ سونا کا پرانا زیور زیادہ وزن کا لیا جائے اور سونے کا نیا زیور کم وزن میں بدلہ کیا جائے تو شرعاً جائز نہیں ہے۔

کیموڈیٹیز ایکسچینج سے سونا چاندی کی خریداری

کیموڈیٹیز ایکسچینج سے اگر مشتری نے سونا خرید تو لیا مگر اسکا سونا سونے کی اینٹ میں شامل ہے اور اسے الگ نہیں کیا گیا ہے تو اس پر خریدار کا قبضہ نہیں سمجھا جائے کیونکہ مبیع ممتاز اور فارغ عن حق الغیر نہیں ہے بلکہ جزو شائع کی شکل میں ہے جس سے انتفاع بحالت موجودہ ممکن نہیں۔[4]

ملکوں کی کرنسیوں کا آپس میں تبادلہ

---

[1] (احسن الفتاوی ۲، ۵۱۸)۔

Ahsan al-Fatawa 518.2.

[2] هدایه کتاب البیوع باب الر بوا، ۳: ۷۹

Hidayah, Kitab al-Buyu', Bab al-Rubwa, 79:3.

[3] الدر المختار، ۴: ۱۸۳

Al-Dur al-Mukhtar, 183:4.

[4] مفتی محمد روح اللہ قاسمی، سونا چاندی کی تجارت (جدید شکلیں اور شرعی احکام)، ۳۱۹

Mufti Muhammad Roohullah Qasmi, "Sona Chandi Ki Tijarat (Jadeed Shaklain Aur Sharia Ahkam)," Page 319.

موجودہ دور میں سونا چاندی ذریعہ تبادلہ نہیں رہے بلکہ رواج پذیر کاغذی نوٹوں نے ذریعہ تبادلہ ہونے میں سونے اور چاندی کی جگہ لے لی ہے۔ دنیا بھر کی حکومتوں نے اپنے آئین و قانون کے ذریعہ کاغذی اور کرنسی نوٹوں کو مکمل طور پر ثمن کی حیثیت سے تسلیم کر لیا ہے جس سے کاغذی نوٹوں کی حیثیت زر قانونی اور ثمن اصطلاحی کے طور پر عرف و رواج میں قائم ہو گئی ہے۔ کرنسی اور کاغذی نوٹوں نے اب مکمل طور پر زرِ اصطلاحی اور ثمنِ عرفی کا درجہ اختیار کیا ہے۔ گویا اب ان کی حیثیت محض سند اور حوالہ کی نہیں رہی۔ بلکہ اس سے بڑھ کر وہ خود سونے اور چاندی کے قائم مقام ہو گئیں ہیں۔ اب جبکہ کرنسی نوٹوں کو چاندی اور اور سونے (اثمان خلقیہ) کے درجہ میں سمجھا جارہا ہو تو ان کے باہمی تبادلہ میں بھی اسی فقہی ضابطہ اور شرعی قانون و اصل کی پابندی لازمی اور ابدی ہو گی[1]

دو ملکوں کی کرنسیاں باہم ایک جنس ہیں

ہر ملک کی کرنسی ثمنِ اصطلاحی ہے اپنے ملک میں بھی اور دوسرے ملک میں بھی کہ دوسری جگہوں پر بھی اسے ثمن ہی سمجھا جاتا ہے اور ثمن کی ہی حیثیت سے اسے خریدا اور بیچا جاتا ہے۔ وہ دوسرے ملکوں میں اگر "متاع" سمجھی جاتی تو وہاں اس کی مالیت بہت ہی کم ہوتی، پھر وہاں اس کی خرید و فروخت بھی نہیں ہوتی کہ کاغذ کا یہ ٹکڑا مشتری کے کس کام آئے گا اور اس کی کون سے ضرورت کو پورا کرئے گا۔ یہ امر تو بخوبی عیاں ہے کہ دو ملکوں کی کرنسیوں کی حقیقت ایک ہے کہ دونوں کاغذ ہیں اور دونوں کا مقصود بھی ایک ہے کہ اسباب معیشت کے حصول کا ذریعہ ہیں اس لئے دونوں کی جنس بھی ایک ہے[2]

کرنسی نوٹوں کی آپس میں خرید و فروخت

---

[1] مولانا عبد الاحد الازہریؒ، دو ملکوں کی کرنسیوں کے باہمی تبادلہ کا مسئلہ، ادارۃ القرآن والعلوم، ۱۴۲۴ھ، ص: ۷۷

Maulana Abdul Ahad Al-Azhari, "Do Mulkon Ki Karnsiyon Ke Bahami Tabadla Ka Mas'ala," Idara al-Quran wal Ulum, 1424 AH, Page 77.

[2] مفتی محمد نظام الدین، دو ملکوں کی کرنسیوں کا اُدھار تبادلہ، ادارۃ القرآن والعلوم، ۱۴۲۴ھ، ص: ٦٤

Mufti Muhammad Nazamuddin, "Do Mulkon Ki Karnsiyon Ka Udharna Tabadla," Idara al-Quran wal Ulum, 1424 AH, Page 64.

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ جس طرح فلوس کی بیع آپس میں تفاضلاً جائز نہیں ہے، اسی طرح ان کی ادھار خرید و فروخت بھی درست نہیں ہے۔ کیونکہ جب وہ ثمن کی حیثیت سے رائج ہوتے ہیں تو ان کا معاملہ اثمان ہی کا ہونا چاہئے، لہذا جس طرح دراہم و دینار کی خرید و فروخت اتحادِ جنس کی صورت میں متفاضلاً جائز نہیں ہے، اور نہ ان میں بیع سلم یعنی ادھار جائز ہے، اسی طرح فلوس رائجہ میں بھی سلم جائز نہیں ہے۔

"واما السلم في الفلوس عددا عند أبي حنيفة وابى يوسف وعندمحمد لا يجوز بناء على أن الفلوس أثمان عنده فلا يجوز السلم فيها كما لايجوز السلم في الدراهم والدنانير" [1]وذكر في بعض شروح مختصر الطحاوى رحمه الله انه يبطل لا لكو نه صر فا بل لتمكن ر با النسا ء فيه لو جو د احد وصفى علّة ر با الفضل و هو الجنس و هو الجنس و هو الصحيح [2]

اس لئے کرنسی نوٹوں کا جب آپس میں تبادلہ کیا جائے تو اس تبادلہ میں دونوں جانب سے کرنسی پر قبضہ ہونا ضروری ہے۔[3]

کرنسیوں کا تبادلہ بیع صرف نہیں

بیع صرف اگرچہ "ثمن کی بیع" کا نام ہے، لیکن ہر قسم کی بیع "بیع صرف نہیں کہلاتی۔ صاحب ہدایہ نے صرف کی تعریف یوں کی ہے:"الصرف هو البيع اذا كان واحد من عو ضيه من جنس الاثما ن [4]صرف وہ بیع ہے جس میں عوضین (ثمن و مبیع) میں سے ہر ایک اثمان کی جنس سے ہو ں۔ ناقدین کے سوا، دوسرے اثمان رائجہ کی بیع بیع صرف نہیں، لہذا اس میں "عوضین پر مجلس میں قبضہ کرنا، دست بدست ہونا بھی شرط نہیں۔ مثلا درج ذیل صورتوں میں اگرچہ ثمن کی بیع ثمن سے ہو رہی ہے مگر بیع صرف نہیں:

فلوس کی بیع فلوس سے　　　　فلوس کی بیع دراہم و دنانیر سے　　　　دراہم و دنانیر کی بیع فلوس سے

---

[1](بدائع سے ۳۱۶۵)۔

(Bada'i' 3165)۔

[2]بدائع الصنائع ۷: ۳۳۳۲

Bada'i al-Sana'i, 3332:7.

[3]قرارات المجلس، ص ۹۷

Qararat al-Majlis, Page 97.

[4]ہدایہ، ۳: ۱۰۴

Hidayah, 104:3.

ہمارے لئے یہ بات بھی کافی تھی کہ فلوس کی بیع دراہم و دنانیر سے یا دراہم و دنانیر کی بیع فلوس سے بیع صرف نہیں اور دست بدست ہونا بھی شرط نہیں، حالانکہ ان دونوں صورتوں میں بیع صرف کا ایک جز (درہم و دینار) موجود ہے، لہذا جب بیع کا ایک جزء موجود ہونے کے باوجود صرف نہیں تو جہاں کوئی بھی جز صرف "کانہ ہو مثلا دوملک کی کرنسیاں) وہاں بدرجہ اولی صرف "کا تحقق نہ ہو گا۔ کرنسیاں بھی ثمن اصطلاحی ہیں اور فلوس بھی ثمن اصطلاحی۔ لہذا جب فلوس کی بیع فلوس سے صرف نہیں تو کرنسیوں کی بیع کرنسیوں سے صرف نہیں ہو سکتی[1]

خلاصہ بحث

تجارتی امور میں قرض اور بیع کی اہمیت اور ان کی شرعی حیثیت کا موضوع اس مطالعہ کا مرکزی نقطہ ہے۔ اس بحث میں فقہاء کے مختلف مکتبوں کی آراء کا جائزہ لیا گیا ہے، جو کہ قرض اور بیع سے متعلق کرنسی کے مسائل کی شرعی تشریح اور تفصیل میں مدد فراہم کرتی ہیں۔ اس مطالعہ میں قرض اور بیع سے متعلق مختلف سوالات اور ان کے شرعی احکام پر بحث کی گئی ہے۔ پہلے حصہ میں، قرض اور بیع کے مفہوم، ان کی اہمیت، اور ان کے شرعی احکام کی مختصر تفصیل پیش کی گئی ہے۔ دوسرے حصہ میں، قرض اور بیع سے متعلق کرنسی کے مسائل پر زاویہ اندازی کی گئی ہے، جیسے کہ فوریات، سود، اور غیرہ۔ تیسرے حصہ میں، مختلف فقہاء کے مذاہب کی آراء اور ان کے حجیتوں کا موضوع ہے۔ مطالعہ کا ختمہ مختصر موجز طور پر کیا گیا ہے، جہاں موجودہ حالات اور شرعی روایات کو مد نظر رکھتے ہوئے، قرض اور بیع سے متعلق کرنسی کے مسائل کا حل پیش کیا گیا ہے۔ اس مطالعہ سے افراد کو شرعی احکام اور مسائل کے بارے میں واضحیت حاصل ہو گی، جو ان کو ان کی روزمرہ کی زندگی میں مدد فراہم کرے گی۔

---

[1] مجاہد الاسلام قاسمی، جدید فقہی تحقیقات، کتب خانہ نعیمیہ، ۲۰۰۲ء، ص:۱۲۹

Mujahid al-Islam Qasmi, "Jadeed Fiqhi Tahqiqat," Kutub Khana Naeemiya, 2002 CE, Page 129.